منجیات و مہلکات

یعنی

وہ امور جو نجات دینے والے اور ہلاک کرنیوالے ہیں

محی السنۃ حضرت مولانا شاہ **ابرار الحق** صاحب نور اللہ مرقدہ

خلیفہ مجاز حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ

زیر سرپرستی: یادگار خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

بالمقابل چڑیا گھر۔ شاہراہ قائداعظم۔ لاہور۔ پوسٹ بکس نمبر: 54000
پوسٹ بکس نمبر 2074 فیکس: 042-6370371 فون: 042-6373310
E-mail: khanqahlhr@hotmail.com

ناشر: انجمن احیاء السنۃ (رجسٹرڈ)

نفیر آباد۔ باغبانپورہ۔ لاہور پوسٹ کوڈ: 54920
فون: 042-6861584 - 6551774

فکرِ دُنیا تجھ کو صبح و شام ہے
اس سے غفلت ہے جو اصلی کام ہے
کچھ دنوں سہہ لے مشقّت دین کی
پھر تو بس آرام ہی آرام ہے
گفتہ مجذوب رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۲۱۱

منجیاتؒ و مہلکاتؒ

وہ امور جو نجاتؒ دینے والے
اور
ہلاک کرنے والے ہیں

محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحبؒ رحمۃ اللہ علیہ
خلیفہ مجاز حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی
نور اللہ مرقدہٗ

ناشر:
انجمن احیاء السنۃ (رجسٹرڈ) ○ نفیر آباد۔ باغبانپورہ ○ لاہور

نام کتاب : ——————— **منجیات و مہلکات**

وعظ : ——————— محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مرتّب : ——————— محمد افضال الرحمٰن

ناشر : ——————— انجمن احیاء السنہ (رجسٹرڈ) نفیر آباد۔ باغبانپورہ۔ لاہور
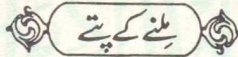
لٹریچر کی ترسیل بذریعہ ڈاک صرف ان پتوں سے ہوتی ہے۔

یادگار خانقاہ امدادیہ اشرفیہ بالمقابل چڑیا گھر۔ شاہراہ قائد اعظم۔ لاہور
پوسٹ بکس نمبر 2074
پوسٹ کوڈ: 54000 فیکس : 042-6370371 فون : 042-6373310
E-mail: khanqahlhr@hotmail.com

انجمن احیاء السنہ (رجسٹرڈ) نفیر آباد ○ باغبانپورہ ○ لاہور پوسٹ کوڈ : 54920
فون : 042-6861584 - 6551774

نگرانِ اشاعت ڈاکٹر **عبد المقیم** خلیفہ مجاز : عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

رہائش 32 راجپوت بلاک، نفیر آباد، باغبانپورہ۔ لاہور فون : 042-6861584 - 042-6551774
Mobile:0300-9489624 E-mail: dramuqueem@yahoo.com

محی السنّہ رخصت ہوئے

زیرِ نظر کتاب کی نئی کتابت ہو چکی تھی، طباعت کی تیاری تھی کہ خبر پہنچی: صاحبِ کتاب ہماری دُنیا سے رُخصت ہو گئے۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے ساری زندگی سُنّت کی پیروی کی اور اسی کی تلقین و ترویج فرمائی۔

دمِ رُخصت اُس کریم نے اِس جذبۂ عمل کی یوں لاج رکھی کہ اگرچہ طبیعت کافی مُدّت سے علیل تھی اور عمرِ مُبارک ۸۸ ویں سال میں داخل ہو چکی تھی لیکن نماز باجماعت کا اہتمام فرماتے تھے کہ یہ سُنّتِ نبوی ہے، اِنتقال کے روز بھی مغرب کی نماز باجماعت ادا کی، نماز کے بعد کھانسی کا دورہ پڑا، قے ہوئی، ناک سے خُون جاری ہو گیا، ضعف بڑھ گیا اور سانس اُکھڑ گیا، وقت موعود آن پہنچا اور دوسری نماز کا وقت داخل ہونے سے پہلے ہی اللہ تعالےٰ کا یہ پیارا اور اُس کے حبیب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی سُنتوں کا شیدا موت کا پُل عبور کر کے اپنے مالک جلّ جلالہ کے پاس پہنچ گیا اور کوئی سُنّت چھوٹنے نہ پائی۔

پیارے کی جُدائی معمُولی سانحہ نہیں ہوتا، بجلی کی سرعت سے دُنیا بھر میں یہ خبر پھیل گئی، اندرون و بیرونِ ملک سے عقیدت مندوں کا تانتا بندھ گیا، نمازِ جنازہ کا وقت فجر کے بعد طے ہوا تھا، لیکن ہجوم کی وجہ سے جنازہ گھر سے عیدگاہ ساڑھے سات بجے پہنچا اور نماز کے بعد وہاں سے

ساڑھے گیارہ بجے قبرستان پہنچا۔ اہلِ دِل کا یہ پاکیزہ اجتماع محبّت اور اتّباعِ سُنّت کی برکت نہیں تو اور کیا ہے!

یہ سانحہ ۸ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ بمُطابق ۱۷ مئی ۲۰۰۵ء بروز منگل کو پیش آیا، ہردوئی، یوپی، بھارت مسکن تھا، وہی مدفن بنا۔

آج جب ہم سوچتے ہیں کہ ہم حضرت حکیمُ الامّت رحمۃُ اللہ علیہ کے آخری خلیفہ کے دیدار اور فیضِ محبّت سے محروم ہو گئے تو آنسوؤں کی برکھا برسنے لگتی ہے اور دِل بحرِ غم میں ڈوب ڈوب جاتا ہے۔ آج ہم دُکھی قلم کے ساتھ ٹائیٹل سے "دامت برکاتہم" کی جگہ "رحمۃُ اللہ علیہ" کے الفاظ لکھ رہے ہیں، لیکن اس کے ساتھ ایمان اور یقین یہ ہے کہ:

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ

اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَلَہٗ مَا اَعۡطٰی وَکُلُّ شَیۡءٍ عِنۡدَہٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی

خُدا سے لَو لگائی رات میں اُٹھ اُٹھ کر رو کر
الٰہی فضل کر اور رحم کر مرحوم اُمّت پر

○

سرِ محشر بھی ابراروں میں ان کا نام آئے گا
ہمیشہ رہتی دُنیا تک رہے گا جگمگائے گا

فہرست مضامین

باسمہ تعالیٰ

عرضِ مرتب

حَامِدًا وَّ مُصَلِّیًا وَّ مُسَلِّمًا۔ اَمَّا بَعْدُ!

زندگی میں نفع ونقصان کا ہونا یہ کوئی ایسا معاملہ نہیں ہے کہ اس پر تعجب کیا جائے بلکہ انسان کو اپنی کوششوں اور جدوجہد میں ان ہی دو صورتوں میں سے کسی ایک سے دوچار ہونا ہی پڑتا ہے کہ کبھی کامیابی سے ہمکنار ہو گیا تو کبھی ناکامی کا سامنا کرنا پڑ گیا۔

لیکن سوال یہ ہے کہ ایک مؤمن کے لئے اصل کامیابی وناکامی کا معیار کیا ہے؟ اور اس کے اسباب کیا ہیں کہ اس کے موافق فیصلہ کیا جا سکے کہ کون کامیاب ہے اور کون نہیں؟

اسی حقیقت کو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایک موقع پر اپنی زبانِ نبوّت سے بڑے لطیف انداز سے ارشاد فرمایا جس کی تشریح وتوضیح محی السنّۃ حضرتِ اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے اپنے ایک وعظ میں فرمائی ہے اس کو مجلسِ منجیات ومہلکات کے نام سے حضرت والا مدظلہ کی نظرِ ثانی واجازت سے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے۔

حق تعالیٰ اُمتِ مسلمہ کو اس سے مُستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

والسلام

محمد افضال الرحمٰن

اشرف المدارس ہردوئی

۱۰ / محرم سنہ ۱۴۱۴ھ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ۔ أَمَّا بَعْدُ!

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثٌ مُنْجِیَاتٌ وَثَلٰثٌ مُھْلِکَاتٌ فَاَمَّا الْمُنْجِیَاتُ فَتَقْوَی اللّٰہِ فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَۃِ وَالْقَوْلُ بِالْحَقِّ فِی الرِّضَا وَالسَّخَطِ وَالْقَصْدُ فِی الْغِنٰی وَالْفَقْرِ وَاَمَّا الْمُھْلِکَاتُ فَھَوًی مُّتَّبَعٌ وَشُحٌّ مُّطَاعٌ وَاِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِہٖ وَھِیَ اَشَدُّھُنَّ ۔ رَوَاہُ الْبَیْھَقِیْ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ تین چیزیں نجات دینے والی ہیں، اور تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں، بہرحال منجیات یہ ہیں۔ اللہ سے ڈرنا تنہائی اور مجمع میں، حق بات کہنا خوشی و ناخوشی میں، میانہ روی اختیار کرنا مالداری اور غربت میں اور بہرحال مہلکات یہ ہیں نفسانی خواہش کہ جس کے پیچھے لگا رہے، بخل جس کے تقاضوں پر چلتا رہے اور آدمی کا اپنے آپ کو پسند کرنا اور یہ ان سب میں سب سے زیادہ سخت ہے۔

اِس وقت ایک حدیث پاک پڑھی ہے جس کو امام بیہقی نے روایت کیا ہے اس میں نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں منجیات

---

[1] مشکوٰۃ ۲/۴۳۴

ہیں اور تین چیزیں مہلکات ہیں۔

منجیات کے کیا معنی؟ نجات دینے والی، جو شخص ان تین چیزوں کا اہتمام کرے گا تو اس کو نجاتِ کامل حاصل ہوگی، ایسے ہی مہلکات یعنی ہلاک و برباد کرنے والی چیزیں بھی ہیں۔ جس شخص میں یہ تین چیزیں ہوں گی تو وہ ہلاک و برباد ہو جائے گا۔ اور ان تینوں کا ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ انسان کے خسران اور اس کی تباہی و بربادی کے لئے ان میں سے کسی ایک چیز کا ہونا بھی کافی ہے۔ تو نجات دینے والی چیزیں بھی تین۳ ہیں اور ہلاک کرنے والی جو چیزیں ہیں وہ بھی تین۳ ہیں۔

جو گناہوں سے بچیں ہیں متقی

نجات دینے والی چیزوں میں سے پہلی چیز فَتَقْوَی اللّٰہِ فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَۃِ۔ اللہ کا ڈر اور خوف ہو تنہائی میں بھی اور مجمع میں بھی، خوف و ڈر کا حاصل کیا ہے؟ انسان گناہ نہ کرے ایسی حالت پیدا ہو جائے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کی ہمّت نہ ہو سکے۔ مجمع میں غلطی نہ کر سکے اور تنہائی میں بھی کوئی گناہ سرزد نہ ہو سکے، تقویٰ کے دو معنی ہیں ایک ہے بچنا اور احتیاط کرنا، اور ایک ہے ڈرنا۔ اصل مقصود تو گناہوں سے بچنا ہے اور اِس سے پرہیز کرنا ہے جس کے لئے ضروری ہے کہ دل میں خوف ہو اور ڈر ہو۔ بغیر اس کے انسان گناہوں سے بچ نہیں سکتا تو گناہ سے بچنا یہ تو مقصد کے درجہ میں ہوا، اور ڈر اور خوف یہ سبب کے درجہ میں ہوا کہ جس کی وجہ سے انسان کفر و شرک اور حرام اور گناہ سے بچ جاتا ہے، اگر کوئی شخص ایسا ہے کہ مجمع میں تو گناہوں سے بچتا ہے مگر تنہائی میں گناہ سرزد ہو جاتا ہے جہاں کوئی

اور دیکھنے والا نہیں، مان لو کہیں بس میں تھے، کہیں ریل میں تھے کہیں مہمان خانہ میں ٹھہرے تھے وہاں ایک شخص بیچارہ کوئی چیز بھول گیا کچھ روپیہ پیسہ، دو چار سو پانچ سو ہزار جو بھی تھا، اور ہمیں معلوم ہے کہ اسی کا ہے، اب وہ چلا گیا تو ہم نے اُٹھا کر جیب میں رکھ لیا تو کہا جائے گا کہ اس کو تقویٰ تنہائی میں نہیں ہے اس کو تقویٰ حاصل نہیں ہے، کہیں ایسے موقع پر پڑ گئے کہ کوئی اور دیکھنے والا نہیں ہے۔ اب وہاں جماعت ترک کر دی بغیر عذر کے تو کہا جائے گا کہ اس میں کمی و کوتاہی ہے تقویٰ کی بات یہ ہے کہ گُناہوں سے بچے، اور اعمالِ صالحہ کو بھی ترک نہ کرے، حمد باری میں بیان کیا گیا ہے کہ متقی کِسے کہتے ہیں

ع جو خُدا کے دوست ہیں وہ ہیں ولی
جو گُناہوں سے بچیں ہیں متقی

یہ تقویٰ کا حاصل ہے

ہر قسم کے گُناہوں سے بچے، چھوٹے گناہ ہوں یا بڑے گُناہ ہوں۔ تنہائی میں بھی اور مجمع میں بھی دونوں حالتوں میں اس سے پرہیز کرے، اپنے ایک ایک اعضاء کی نگرانی رکھے، زبان سے کسی کی غیبت نہ کرے، کِسی کو گالی نہ دے، جھُوٹ نہ بولے آنکھ سے بدنگاہی نہ کرے، ٹیلی ویژن اور سینما، ویڈیو نہ دیکھے، گندی تصویریں اور ناول وافسانے نہ پڑھے، ہاتھ سے کسی کو بلا وجہ مارے پیٹے نہیں، کسی کو ستائے نہیں، کسی کی چیز بلا پُوچھے اُٹھائے نہیں، چوری وغیرہ نہ کرے۔ کان سے گانا باجا نہ سُنے، غیبت وغیرہ نہ سُنے، اسی طرح جسم کے اور جو اعضاء ہیں انھیں گُناہوں سے بچائے۔ تنہائی میں بھی اور لوگوں کے سامنے

بھی، یہ تقویٰ کا حاصل، گاہ بگاہ گناہ ہو جائے تو یہ تقویٰ کے خلاف نہیں، بس گناہ کی عادت نہ ہو، اگر گناہ ہو جائے تو فوراً تلافی کرے، اور توبہ کرنے میں تاخیر نہ کرے، نفس کو چاہے کتنی ہی گرانی کیوں نہ ہو، غلطی ہو جائے وضو کرے اور دو رکعت نماز پڑھ کر توبہ کرے، ایسا کرنے سے جو میل کچیل گناہ کی وجہ سے ہو گیا تھا وہ صاف ہو جائے گا، تو اللہ کا خوف قلب میں اس طرح سے جگہ لے لے کہ کوئی گناہ نہ ہو سکے، یہ نجات دینے والی پہلی چیز ہے۔

یہ مسلمان کے ایمان کا تقاضا ہے

دوسری چیز، وَالْقَوْلُ بِالْحَقِّ حق بات کہے خوشی کے حال میں فِي الرِّضَا وَالسَّخَطِ [1] (اور غصہ کے حال میں) ایک شخص سے میل جول ہے دوستی و تعلق ہے، اب کوئی معاملہ آگیا اور اس میں ضرورت پڑی گواہی دینے کی تو ٹھیک ہے ہم اس کے لئے تیار ہیں اور جب اس سے ناراضگی ہو گئی، خفگی ہو گئی، دشمنی ہو گئی، ایسے وقت میں کوئی معاملہ آگیا اس میں ضرورت پڑ گئی گواہی دینے کی تو کہا جائے کہ بھائی فلاں معاملہ ہے اس میں گواہی دینا ہے۔ اب ہم گواہی دینے نہ جائیں۔ یا حق بات نہ کہیں، حق فیصلہ نہ کریں، یہ بات نہیں ہونا چاہئے، حق بات کہے غصہ میں بھی اور ناراضگی میں بھی یہ مسلمان کی شان ہے اور اس کے ایمان کا تقاضا ہے، قرآن پاک میں فرمایا گیا۔

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا ۚ اِعْدِلُوا ۖ

---

[1] مشکوۃ ۲/۴۳۴

هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ط وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○ [1]

اور کسی خاص گروہ کی عداوت تم کو اس پر باعث نہ ہو جائے کہ تم عدل نہ کرو۔ عدل کیا کرو، یہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے اللہ تعالےٰ سے ڈرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کو تمھارے سب اعمال کی پوری اطلاع ہے۔

کسی بات پر غصہ آگیا، اپنے نفس کا معاملہ آگیا تو اب یہ نہیں کہ غلط بات کرنا شروع کر دے بلکہ جو بات صحیح ہو اور حق ہو وہ کہے دوستی میں بھی اور دشمنی میں بھی یہ نہیں کہ دوستی میں تو حق بات کہے اور دشمنی میں غلط بات کہے یہ مؤمن کی شان نہیں ہے، معاملہ جو صحیح ہو اور حق ہو وہ کرے خواہ کسی کا نقصان ہو یا کسی کا فائدہ ہو فرمایا گیا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا قف فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى اَنْ تَعْدِلُوْا ج وَاِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ○ [2]

اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم رہنے والے اللہ کے لئے گواہی دینے والے رہو، اگرچہ اپنی ہی ذات کے خلاف ہو یا یہ کہ والدین اور دوسرے رشتہ داروں کے مقابل ہو، وہ شخص اگر امیر ہے

---

[1] سورۃ المائدہ پ ۶ ع ۶ [2] سورۃ نساء پ ۵ ع ۱۷

تو، غریب ہے تو دونوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو زیادہ تعلق ہے۔ سوتم خواہشِ نفس کا اتباع مت کرنا۔ کبھی تم حق سے ہٹ جاؤ اور اگر تم کج بیانی کروگے یا پہلو تہی کروگے تو بلا شبہ اللہ تعالیٰ تمھارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں،

غصہ میں بے قابو ہو جانا بُرا ہے

اب یہاں ایک بات اور سمجھنے کی ہے کہ غُصّہ کا آنا یہ کوئی عیب کی بات نہیں ہے غصہ کی بات پر غُصّہ نہ آئے یہ عیب کی بات ہے۔ غُصّہ کی بات پر غُصّہ آنا چاہیئے۔ خود حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو بھی کبھی کبھی غُصّہ آیا کرتا تھا۔ آپ کے غُصّہ ہونے کی حالت میں جو کیفیت ہوتی تھی اس کو حدیث پاک میں بیان کیا گیا کہ

كَأَنَّمَا فُقِئَ فِي وِجْنَتَيْهِ الرُّمَّانُ [1]

گویا کہ نچوڑ دیا گیا ہے انار کو دونوں رخسار پر۔

آپ کا چہرۂ مُبارک غُصّہ میں ایسا سُرخ ہو جاتا تھا گویا کہ چہرہ پر انار کو نچوڑ دیا گیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ غُصّہ کا آنا کوئی نامناسب بات ہوتی تو نبئ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو غُصّہ نہ آیا کرتا۔ پھر قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے خاص بندوں کی جو تعریف کی ہے اس میں یہ نہیں فرمایا کہ ہمارے بندوں کو غُصّہ آتا ہی نہیں ہے بلکہ یہ فرمایا کہ ہمارے نیک بندوں کی پہچان یہ ہے کہ

وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ [2]

---

[1] ترمذی ۲/ ۳۵ [2] پ ۴ ع ۵

اور غصّہ کو ضبط کرنے والے اور لوگوں کی خطاؤں کو معاف کرنے والے ہیں۔

جو غصّہ کو پی جاتے ہیں، غصّہ آیا مگر اس کو ضبط کرلیا، اس سے معلوم ہوگیا کہ غصّہ آنا یہ عیب کی بات نہیں، غصّہ کی بات پر غصّہ آنا ہی چاہیئے۔ ایسے موقع پر غصّہ جس کو نہیں آتا وہ بے حس ہے، البتہ غصّہ میں بے قابو ہو جانا، جذبات سے مغلوب ہو جانا یہ مناسب نہیں ہے، غصّہ میں یہ حالت نہ ہو کہ نامناسب کلمات نکلنے لگیں۔ غصّہ پر قابو حاصل کیا جائے۔ اپنے نفس کو ایسے موقع پر قابو میں رکھا جائے یہ انسان کا کمال اور اس کی بہادری ہے۔

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ

لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرَعَةِ اِنَّمَا الشَّدِيْدُ الَّذِیْ يَمْلِكُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ [1]

پہلوان کشتی میں پچھاڑنے سے نہیں ہوتا۔ پہلوان صرف وہی ہے جو اپنے آپ کو غصّہ کے وقت قابو میں رکھے۔

بہادر وہ شخص نہیں جو کسی پہلوان کو پچھاڑ دے بلکہ حقیقی بہادر کہلانے کا مستحق تو وہ شخص ہے جو غصّہ کے وقت اپنے نفس کو قابو میں رکھے تو حاصل یہ ہے کہ صحیح اور سچّی بات کہے ہر حال میں، خوشی میں بھی اور غصّہ میں بھی یہ نجات دینے والی دوسری چیز ہے۔

تیسری چیز — غربت و مالداری میں میانہ روی اختیار کرے

[1] مسلم شریف ۲/۳۲۶

وَالْقَصْدُ فِي الْغِنٰى وَالْفَقْرِ[1]

اعتدال اختیار کرنا، مالداری اور محتاجی کی حالت میں۔

میانہ روی اختیار کرے خوشحالی اور تنگ حالی دونوں میں، اعتدال یہ بڑی چیز ہے۔ مالداری اور خوشحالی کی حالت ہو یا غربت اور تنگ دستی کی حالت ہو دونوں موقعوں پر میانہ روی اختیار کرے، اعتدال کا سہل طریقہ یہ ہے کہ حقوق نفس کو ادا کرے اور حظوظ نفس میں کمی کرے اور اسراف یہ ہے کہ گناہ میں خرچ کرے یا ایسے جائز و مستحب کاموں میں صرف کرے کہ جو گناہ میں مُبتلا ہونے کا ذریعہ بن جائے مثلاً لباس زیادہ قیمتی پہننے سے عجب و تکبر یا ریا میں مبتلا ہو جائے، یا کسی کی دعوت ایسے پیمانہ پر کرے کہ قرض یا سودی قرض میں مُبتلا ہو جائے تو اعتدال یہ بڑی چیز ہے۔ نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَا اَحْسَنَ الْقَصْدُ فِي الْغِنٰى وَمَا اَحْسَنَ الْقَصْدُ فِي الْفَقْرِ[2]

بہت ہی اچھی ہے میانہ روی مالداری کی حالت میں بہت ہی اچھی ہے میانہ روی محتاجی کی حالت میں۔

اللہ تعالیٰ نے مالی وسعت اور فراوانی دے رکھی ہے تو فضول خرچی سے احتیاط کرے، یہ نہ کرے کہ خوب اللّے تللّے خرچ کرے، ادھر اُدھر اُڑائے شریعت نے ہر چیز کے لئے حدود مقرر کئے ہیں، کیسے کمایا جائے، کیسے خرچ کیا جائے، یہ نہیں کہ انسان جیسے چاہے جس طرح چاہے کمائے، روپیہ پیسہ جمع کرے، جائز و ناجائز

---

[1] مشکوٰۃ ۲/۴۳۴ [2] الجامع الصغیر ۲/۱۴۲

کسی بھی طریقہ سے ہو بلکہ حلال اور پاک کمائی کا حکم دیا گیا ہے، پھر یہ کہ کہاں خرچ کرے اور کیسے خرچ کرے اس کے بھی حدود ہیں کن موقع پر خرچ کرے اور کن موقع پر خرچ نہ کرے، اس کو بتلایا گیا ہے ان کو معلوم کرے اس کے موافق معاملہ کرنے سے اعتدال باقی رہے گا۔ چنانچہ قرآن پاک میں مؤمن کی شان بیان کی گئی ہے۔

وَالَّذِيْنَ إِذَآ أَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ۝[1]

اور وہ جب خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا اس کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے۔

تو میانہ روی یہ بھی کتنی اہم چیز ہے کہ اس کو نجات دینے والی چیزوں میں سے بتلایا گیا ہے۔

نفسانی خواہش کی اتباع یہ مُہلک ہے

آگے ارشاد فرمایا کہ جو مہلکات ہیں وہ بھی تین چیزیں ہیں، ان تینوں میں سے ایک چیز بھی ہوگی تو انسان ہلاک و برباد ہو جائے گا۔ انسان کے خسران اور تباہی کے لئے کسی ایک چیز کا ہونا بھی کافی ہے، جو نقصان پہنچانے والی چیزیں ہیں ان سب سے بچنا ضروری ہے، ان مہلکات میں سے پہلی چیز آپ نے فرمائی۔

فَهَوًى مُّتَّبَعٌ[2]

---

[1] پ ۱۹ ع ۴ [2] مشکوۃ شریف ۲/۴۳۴

نفسانی خواہش کہ جس کی اتباع کی جائے۔

کوئی خواہش پیدا ہوئی۔ بس اس کا اتباع کر لیا وہ خواہش ٹھیک ہے یا نہیں ہے اس کی فکر نہ ہو، بُری خواہش کا ہونا یہ بُری بات نہیں ہے، خواہشات تو پیدا ہوتی رہتی ہیں، یہ تو غیر اختیاری چیز ہے، اس پر کوئی ممانعت نہیں ہے، کسی کو گُناہ کی خواہش ہوئی تو یہ کوئی گُناہ نہیں ہے، کسی گُناہ کی رغبت ہو تو یہ بھی گناہ نہیں ہے اس کو ایک کُھلی ہوئی مثال سے سمجھا جا سکتا ہے کہ روزہ میں پانی پینے کی خواہش ہوتی ہے کہ نہیں؟ ہوتی ہے، کھانے کی خواہش ہوتی ہے کہ نہیں؟ ہوتی ہے تو کیا اس سے گُناہ ہوتا ہے اور اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟ نہیں، روزہ نہیں ٹوٹتا تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ گُناہ کی خواہش پیدا ہو، بُری خواہش پیدا ہو تو یہ گُناہ نہیں ہے۔ خواہش اگر خواہش کے درجہ میں ہو تو یہ مُضر نہیں ہے، ہاں مُضر کیا چیز ہے؟ گُناہ کیا چیز ہے؟ اس بُری اور ناجائز خواہش پر عمل کرنا۔ یہ مُضر ہے، ویسے کسی کو خواہش پیدا ہوئی کہ فلاں کی چیز بکس سے نکال کر کھا لو، کسی کے پیسے چرا لو، لیکن اس خواہش کو دبا لیا، اس پر عمل نہیں کیا تو اس پر اجر ملے گا کیونکہ گُناہ سے رُک گیا، گُناہ سے رُکنے میں تو اجر ہے، روزہ کی حالت میں پیاس لگ رہی ہے، پانی کی خواہش ہو رہی ہے، اگر پانی لیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا، لہٰذا پیاس کو ضبط کرتا ہے۔ پیاس کو دباتا ہے اس پر اجر ملے گا اسی لئے حدیث پاک میں فرمایا کہ مہلکات میں سے بُری خواہش کا پیدا ہونا نہیں ہے بلکہ مہلکات میں سے جو چیز ہے ھَوًی مُّتَّبَعٌ ہے وہ بُری خواہش ناجائز خواہش کہ جس کی اتباع کی جائے، خواہش کے مقتضا پر عمل کر لیا جائے، اگر اس

ناجائز خواہش کے مقتضا پر عمل کر لیا جائے گا تو وہ مہلکات میں سے ہے اور اگر ناجائز خواہش کو دبایا جائے تو پھر وہ مہلکات میں سے نہیں ہے بلکہ اس پر اس کو انعام و اجر ملے گا۔

بہشتی نباشد بحکم خبر

دوسری چیز ارشاد فرمائی۔

وَشُحٌّ مُّطَاعٌ [1]

اور بخل جس کے تقاضوں پر چلتا رہے۔

بخل بھی مہلکات میں سے ہے، اللہ کے راستے میں جہاں خرچ کرنا ضروری ہے وہاں خرچ نہیں کرتا، زکوٰۃ نہیں نکالتا، صدقہ فطر نہیں ادا کرتا قربانی کا زمانہ آ گیا قربانی واجب ہے، قربانی نہیں کرتا تو اس شخص کو کہا جائے گا کہ اس کے اندر بخل ہے، ایک شخص ہمارے پاس آتا ہے، سوال کرتا ہے، قرائن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ واقعی یہ ضرورت مند ہے ہم اسے کچھ دے دیں، روپیہ دو روپیہ ہم اسے دے دیں تو ہم کو کوئی خاص تکلیف نہ ہوگی، لیکن ایسی حالت میں ہم اسے نہیں دیتے تو یہ حالت بھی بخل کہلاتے گی۔ بخیل کے لئے حدیث میں آتا ہے کہ:-

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ خَبٌّ وَّبَخِيْلٌ وَّمَنَّانٌ [2]

جنّت میں داخل نہیں ہوگا فتنہ و فساد کرنے والا اور بخل کرنے والا اور احسان جتلانے والا۔

---

[1] مشکوٰۃ ۲/۴۳۴ [2] مشکوٰۃ ۱/۱۶۵

اتنی خراب اور گندی چیز ہے کہ جس کے قلب میں بخل ہوگا جب تک وہ جہنّم کی بھٹی سے صاف نہیں کردیا جائے گا جنّت میں داخل نہیں ہوسکتا یا اللہ تبارک و تعالیٰ رحم فرماکر اپنی رحمت سے معاف فرمادیں، اسی کا شیخ سعدی نے ترجمہ فارسی میں کیا ہے۔

بخیل ارچہ باشد زاہد بحر و بر
بہشتی نباشد بحکم خبر

تو بخل بھی مہلکات میں سے ہے لیکن ہر بخل مہلکات میں سے نہیں ہے مہلکات میں سے وہ بخل ہے جو مُطَاع ہو، جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا کہ شریعت نے جہاں خرچ کرنے کا حکم دیا ہے وہاں خرچ نہ کرنا یہ بخل مہلکات میں سے ہے اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کو جی نہیں چاہتا، خرچ کرنے سے دل پر آرا چلتا ہے لیکن جب قربانی کردیتا ہے، صدقۂ فطر نکالتا ہے، زکوٰۃ حساب سے نکالتا ہے تو یہ بخل اس کے لئے مضر نہ ہوگا، گرانی کی حالت میں خرچ کررہا ہے، ناگواری قلب کو ہورہی ہے ایسی حالت میں اگر خرچ کررہا ہے تو اس کو دوہرا اجر ملے گا، زیادہ اجر ملے گا۔

اخلاص کے لئے بشاشت ضروری نہیں

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اللہ کے راستے میں خرچ کرنے میں بشاشت ہوتی ہے جی خوش بھی ہوتا ہے، خوش دلی سے خرچ کرتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خرچ کرنے میں بشاشت کے بجائے تنگی ہوتی ہے گرانی بھی ہوتی ہے جس سے خیال ہوتا ہے کہ یہ اخلاص کے منافی ہے، اس طرح خرچ

کرنے میں خلوص نہیں ہے تو پھر اس پر اجر و ثواب کا کیا سوال؟ تو یہ شبہ درحقیقت اس وجہ سے ہوا کہ اخلاص کے لئے بشاشت کو لازمی سمجھ لیا گیا حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ دو چیزیں ہیں ایک ہے بشاشت ایک ہے اخلاص، اخلاص کا تو حاصل یہ ہے کہ اللہ کی رضا اور اس کی خوشنودی کے لئے خرچ کرنا، اپنی تعریف اور شہرت کے لئے خرچ کرنا یا کسی اور نیت سے کرنا یہ اخلاص کے خلاف ہے، اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے کام کرے یہ تو اخلاص ہے، اب ظاہر ہے کہ اس طرح خرچ کرنے میں کبھی خوشی ہوگی، کبھی تنگی ہوگی۔ لیکن اخلاص بہرحال دونوں ہی حالتوں میں رہے گا۔ بلکہ اگر دیکھا جائے تو گرانی کی حالت میں خرچ کرنے سے اجر دوہرا ملے گا۔ ایک تو اخلاص کے ساتھ خرچ کرنے کی بنا پر، دوسرے یہ کہ اس پر گرانی و مشقت ہو رہی ہے تو اپنے نفس کے تقاضہ کو دبا رہا ہے، نفس کی خواہش کو کچل رہا ہے تو اس مجاہدہ کا بھی اجر ملے گا، تو حاصل یہ کہ اخلاص کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ قلب میں بشاشت ہو، فرحت ہو، حاصل یہ کہ مہلکات میں سے وہ بخل ہے کہ جس کی اطاعت کی جائے۔ جہاں خرچ کرنا ضروری تھا۔ وہاں اپنے بخل کے مقتضا پر عمل کرتا ہے یعنی خرچ نہیں کرتا ہے تو یہ چیز مہلک ہوگی، اگر کسی میں بخل کا مادہ تو ہے لیکن وہ بخل کے مقتضا پر عمل نہیں کرتا، خرچ کرتا رہتا ہے تو ایسے بخل کو اس کے لئے مضر نہیں کہا جائے گا۔

خود بینی کا انجام

تیسری چیز ارشاد فرمائی۔

اِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِہٖ [1]

---

[1] مشکوٰۃ شریف ۲/۴۳۴

ترجمہ: آدمی کا اپنے آپ کو پسند کرنا۔

اَپنے متعلق بہت نیک گمان رکھنا، اپنی قیمت زیادہ مُقرر کرلینا، جسے کہتے ہیں اَپنے مُنہ میاں مٹھو بننا، اپنے ذہن میں اَپنے متعلق یہ خیال قائم کرلینا کہ ہم صاحب بالکل ٹھیک ہیں ہمارے اندر کوئی کمی نہیں، ہماری نماز بالکل ٹھیک ہے، ہمارا روزہ بالکل ٹھیک، ہم جو کام بھی کرتے ہیں وہ بالکل ٹھیک ہے۔ ہم سے غلطی ہوتی ہی نہیں ہے، ہم کامل و مکمل ہو گئے ہیں۔ اب اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ بھائی ہوسکتا ہے تم سے کچھ غلطی ہوگئی ہو۔ اپنے مُعاملات پر نظرِثانی کرلو، تو کہتے ہیں کہ نا صاحب ہم تو نظرِثانی کر چکے ہیں ہم بالکل ٹھیک ہیں۔ اَپنے سے اتنا حُسنِ ظن کرنا، نیک گمان رکھنا یہ مہلکات میں سے ہے اس کو عربی میں عُجب کہتے ہیں، فارسی میں خود بینی کہتے ہیں یہ چیز بھی مہلکات میں سے کیوں ہے؟ اس لِئے کہ ایسا شخص اپنے کو اور اپنے حالات کو اپنے مُعاملات کو اور اپنی چیزوں کو قابلِ اصلاح نہیں سمجھتا، اپنے مُعاملات اور حالات میں اس کو کوئی کمی اور خرابی محسوس نہیں ہوتی۔

مرض کا احساس نہ ہونا یہ خطرناک ہے

ظاہر ہے کہ مریض کو اپنے مرض اور بیماری کا احساس نہ ہو تو یہ بڑی خطرناک بات ہے ایک مریض تو ایسا ہے جِس کو اَپنے مرض کا احساس ہے اور اَپنے کو بیمار سمجھ رہا ہے تو اس سے تو توقع ہے کہ کبھی نہ کبھی اَپنے علاج کی اس کو فکر ہوگی اور یہ ڈاکٹر اور حکیم سے رجوع کرے گا جس سے اس کا علاج ہو جائے گا، شفاء ہو جائے گی، لیکن جو مریض کہ ایسا ہو کہ اس کو اپنے

مرض کا احساس نہ ہو اور وہ اپنے کو بیمار نہ سمجھے بلکہ اپنے کو بالکل صحیح سمجھے تو ایسی حالت میں کیا امید ہو سکتی ہے کہ اس کا علاج ہو جائے گا اور اس کو صحت ہو جائے گی؟ کیونکہ اپنے کو تندرست سمجھ رہا ہے اس لئے ڈاکٹر اور حکیم سے رجوع کرنے کی ضرورت ہی نہیں محسوس کرے گا تو پھر ایسی صورت میں مرض اس کا بڑھتا ہی رہے گا اور حالت گرتی رہے گی، یہی حال بالکل اس شخص کا ہے جو کہ خود بینی میں مبتلا ہے کہ اپنے کو قابلِ اصلاح نہیں سمجھا جس کی بنا پر دینی اجتماعات دینی مجالس میں، استفادہ کی مجالس میں شرکت نہیں کر سکے گا' اہل اللہ اور بزرگانِ دین کی صحبت اور ان کی تربیت سے فائدہ نہیں اُٹھا سکے گا۔ پھر یہ کہ جب کسی سے مُعاملہ کرے گا اور اس میں کچھ ناگواری ہوگی تو چونکہ اپنے سے حُسنِ ظن ہے اپنے سے نیک گمان ہے اس لئے سمجھے گا کہ فلاں ہی کی غلطی ہے، مَیں نے بات چیت صحیح کی' مُعاملہ بھی ٹھیک کیا' غلطی تو اسی کی ہے غرضیکہ ہر مُعاملہ میں اپنے کو راہِ راست پر سمجھے گا اور دوسرے کو غلطی پر سمجھے گا۔ گویا کہ ایسا شخص اپنے کو صراطِ مُستقیم کا معیار قرار دیتے ہُوئے ہے کہ جو اس سے الگ ہو جائے ہٹ جائے وہ غلطی پر ہے ایسے شخص کی اِصلاح بڑی دشوار ہوتی ہے اسی لئے اس کو سب سے زیادہ مہلک چیز فرمایا ہے۔

وَهِيَ أَشَدُّ هُنَّ۔

اور یہ ان میں سب سے زیادہ سخت ہے۔

یہ سب سے زیادہ خطرناک اور مہلک ہے۔

خودستائی پیشہ شیطان بود

اور عُجب سے ہی تکبر پیدا ہوتا ہے، یہ شیطان کی بیماری ہے، شیطان کو اسی بیماری نے ہلاک کیا تھا، شیطان نے اپنے متعلق یہ رائے قائم کی تھی۔

اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ میں حضرت آدم علیہ السّلام سے افضل اور برتر ہوں، کیوں؟ اس کے لئے اس نے اپنے ذہن میں ایک دلیل بھی قائم کر لی تھی کہ آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا اور مُجھ کو آگ سے پیدا کیا گیا ہے یہ ایک مقدمہ ہوا، اس کے ساتھ دوسرا مقدمہ یہ کہ آگ اوپر کو چلتی ہے، اور مٹی نیچے کو گرتی ہے لہٰذا آگ اشرف ہے تو میں بھی افضل اور برتر ہوں، اپنے ذہن میں یہ ایک مُقدمہ جما لیا اور اپنی فہم پر اعتماد کیا، اپنی سمجھ پر اعتماد کیا اور اس پر نہیں غور کیا کہ سجدہ کرنے کا حکم کِس کا ہے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ حُکم فرما رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی شانِ جلال کیسی ہے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ کا علم کیسا ہے؟ ان سب چیزوں کے باوجود پھر بھی اپنی رائے پر قائم رہا اور حکم کی خلاف ورزی کی اس لِئے عُجب کی بیماری شیطانی بیماری کہلاتی ہے اپنے بارے میں حُسنِ ظن رکھنا، اپنے بارے میں نیک گُمان رکھنا، اپنے کو اِصلاح سے مستغنی سمجھنا اپنے حالات و مُعاملات کو کامل و مکمل سمجھنا یہ چیز بڑی خطرناک ہے یہ باطنی بیماری ہے اور بڑی خطرناک بیماری ہے۔ یہ بیماری ایسی ہے کہ اس سے انسان کو اندر اندر گُھن لگنے لگتا ہے۔

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

ایک صاحب نے حضرت حکیم الاُمّت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نوّر اللہ مرقدہ

کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت اتنے دن نماز پڑھتے ہوئے اور نیکیاں کرتے
ہوئے ہو گئے لیکن جیسی نماز ہونی چاہیئے ویسی نماز اب تک نہ ہو سکی اور اس
پر انھوں نے بہت ہی افسوس ظاہر کیا۔ حضرت والا نے اس کا جواب دیا کہ
یہ حالت محمود و پسندیدہ ہے ایسی ہی حالت ہونا چاہیئے، جس دن یہ سمجھو گے
کہ جیسی نماز ہمیں پڑھنی چاہیئے تھی ہم نے ویسی نماز پڑھ لی۔ جیسے ہمیں دین پر
چلنا چاہیئے تھا ہم کما حقہٗ اس پر چلنے لگے تو وہ دن تمھارے لئے ماتم کا ہوگا
رونے کا ہوگا' بڑے بڑے انبیاء کرام اور اولیائے کرام تو یہ کہیں کہ "اے اللہ!
ہم آپ کی عبادت کا حق ادا نہیں کر سکے اور ہم یہ سمجھنے لگیں کہ اللہ کا حق ادا کر
دیا۔ ہمارے یہاں ایک مہمان آتا ہے ہم اس کی خاطر و مدارات کرتے ہیں اس
کی راحت کے انتظامات کرتے ہیں اس کی سہولت اور آرام کا خیال رکھتے
ہیں، اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ اس کو کوئی تکلیف اور ناگواری نہ ہو ان
سارے اہتمام کے باوجود جب وہ مہمان جانے لگتا ہے تو ہم چلتے وقت
معذرت کرتے ہیں کہ صاحب کوئی تکلیف پہنچی ہو، مزاج کے خلاف کوئی
معاملہ پیش آگیا ہو تو معاف کیجیئے گا۔ ہم آپ کی شایانِ شان مہمان نوازی نہ کر
سکے آپ کا حق نہ ادا کر سکے' اب ذرا سوچنے کی بات ہے کہ مہمان کے
بارے میں تو ہمارا یہ معاملہ ہے کہ سارے انتظام و اہتمام کے باوجود اس کو
رخصت کرتے وقت معذرت کرتے ہیں کہ آپ کا حق ادا نہ کر سکے اور اللہ
تبارک و تعالیٰ جو کہ ہمارا خالق و مالک ہے اور ساری دنیا کا پالنے والا ہے
اس کے سلسلہ میں یہ سمجھنے لگ جائیں کہ اس کا حق ادا کر دیا۔ ذرا سوچو، کیا معاملہ

ہے؟ اور کیا حال ہے؟ انسان جو کہ اللہ کے احسانات سے دبا ہوا ہے وہ اپنے بارے میں کیسے یہ رائے قائم کرے کہ ہم نے عبادت کا حق ادا کر دیا؟ ہمارا فلاں کام نہایت مکمل اور ٹھیک ہو گیا؟ یہ چیز عُجب کہلاتی ہے۔

خود بینی کا عجیب حکیمانہ علاج

عُجب سے انسان کی دینی ترقی بھی رُک جاتی ہے اس پر ایک واقعہ یاد آیا کہ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ان کے ایک مُرید خادم نے عرض کیا کہ حضرت میں ذکر کرتا ہوں، تلاوت کرتا ہوں، اور سنن کا پابند ہوں، ذکر و تلاوت کے جو برکات و انوار پہلے محسوس ہوتے تھے اب وہ کچھ دنوں سے رُک گئے ہیں وہ محسوس نہیں ہوتے، تو حضرت کی خدمت میں اپنا حال پیش کیا۔ اب اس کے بعد حضرت نے غور کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ اس قسم کے حالات تو اس کے ہوا کرتے ہیں جو کسی گناہ کا عادی ہو، گُناہ کرتا ہو، کیونکہ گُناہ سے انسان کی باطنی ترقی رُک جاتی ہے اور ذکر و تلاوت سے جو انوار اور طاعت کی برکت ہوتی ہے وہ مِٹ جاتی ہیں ختم ہو جاتی ہیں اور یہ بظاہر متقی اور بھلے معلوم ہوتے ہیں، ایک مسجد کے امام بھی ہیں صالح شخص ہیں، اس بناء پر حضرت ایک دن رات ان کے حالات، ان کے طور و طریقے میں غور کرتے رہے کہ ان میں کیا کمی ہے، کیا بیماری ہے جس کی وجہ سے ان کی حالت میں یہ تبدیلی اور گراوٹ ہو رہی ہے یہ حضرات اپنی فراستِ ایمانی اور خداداد صلاحیت اور نُورِ باطن سے مرض کو معلوم کر لیتے ہیں، چنانچہ حضرت نے محسوس کر لیا کہ ان میں کیا بیماری پیدا ہو گئی ہے ساتھ ہی

اس کا علاج بھی تجویز کر دیا، فرمایا کہ میاں تمھارے پاس کچھ پیسے ہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ ہاں صاحب ہیں، فرمایا کہ جاؤ بازار سے ایک روپیہ کے اخروٹ خرید کر لے آؤ۔ وہ سستا زمانہ تھا، ایک روپیہ کے ایک ٹوکرا بھر کر اخروٹ ملتے تھے، فرمایا کہ دیکھو جب بازار سے خرید کر لانا تو کسی مزدور وغیرہ کے سر پر رکھوا کر نہ لانا بلکہ خود سر پر رکھ کر کے آنا، چنانچہ حسبِ الحکم حضرت کی خدمت میں یہ ٹوکرا اپنے سر پر رکھ کر آئے تو حضرت نے فرمایا کہ فلاں محلّہ میں جہاں کچھ لوگ ان کے معتقد تھے اور ان سے حُسنِ ظن اور نیک گمان بھی رکھتے تھے وہاں اس کو لیجا کر فروخت کرو اُنھوں نے حضرت سے معلوم کیا کہ اِس کو کِس طرح فروخت کروں فرمایا کہ جب کوئی خریدنے آئے تو اس سے کہنا کہ ایک تھپیڑ اور دھپ گدی پر لگاؤ اور پانچ اخروٹ لے جاؤ چنانچہ وہاں اخروٹ کا ٹوکرا لے کر گئے اور جیسے ہی دکان لگا کر بیٹھے کچھ بچّے وہاں پر پہنچ گئے پُوچھا کہ بھائی کیا اخروٹ بیچتے ہو؟ اُنھوں نے کہا کہ ہاں بیچتے ہیں، بچّوں نے پُوچھا کہ کتنے میں بیچتے ہو؟ اُنھوں نے کہا کہ ایک دھپ لگاؤ پانچ اخروٹ لے جاؤ یہ سُننا تھا کہ بچّے دھپ بھی مار رہے ہیں اور اخروٹ بھی لے جا رہے ہیں، ہم خرما و ہم ثواب والا مُعاملہ شروع ہو گیا کہ ادھر دھپ لگایا ادھر پانچ اخروٹ لِئے، تھوڑی ہی دیر میں وہ ٹوکرا صاف ہو گیا واپس لوٹ آئے اور اطلاع دی فروخت ہو گیا تو حضرت نے فرمایا کہ اچھی بات ہے یہ مُعاملہ ختم ہو گیا۔ اب دوسرے دن آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت ذکر و تلاوت کے جو انوار و برکات پہلے ہوتے تھے پھر محسوس ہونے لگے اِس پر حضرت

شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی خوشی اور مُسرت کا اظہار کیا بات کیا تھی ؟ ان میں عُجب پیدا ہو گیا تھا اپنے کو کچھ سمجھنے لگے تھے جِس کی وجہ سے یہ حالت ہو گئی تھی ۔

غافِل اِدھر ہوا نہیں اُس نے اُدھر ڈسا نہیں

تعریف انسان کے لِئے یہ بڑی مہلک چیز ہے

تعریف میں انسان بگڑ جاتا ہے کسی نے ہاتھ چومنا شروع کر دیئے، کِسی نے تعریف کر دی بس انسان کا نفس پھُولنے لگتا ہے اور سمجھنے لگتا ہے کہ ہمارے جیسا کوئی نہیں ہے تو اب بالکل حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح کامل و مکمل ہو گئے یہ بڑی خطرناک چیز ہے اس پر ایک عبرت و نصیحت کا واقعہ یاد آیا کہ ایک شخص کا گھوڑا تھا بڑا ہی نکمّا اور انتہائی ناکارہ قسم کا وہ اس سے عاجز آ گیا تھا ایک مرتبہ اس نے دلّال سے کہا کہ بھائی اس کو کسی طرح سے فروخت کر دو ساتھ ہی اس نے اس کی مزدوری بھی بتلا دی کہ اگر پچاس روپیہ میں فروخت کرو گے تو اس میں سے پانچ روپیہ ملیں گے چنانچہ دلّال گھوڑا بازار لے گیا ساتھ ہی یہ صاحب بھی گئے اب دلّال نے اس کو فروخت کرنے کی کوشش شروع کی چنانچہ ایک شخص سے اس سِلسلے میں بات شروع کی اور گھوڑے کی تعریف بیان کرنے لگا، گھوڑا ایسا ہے، ایسا ہے اس میں یہ خوبی ہے یہ خوبی ہے گھوڑے پر ظاہری اعتبار سے حُسن وجمال تھا ہی اس کی تعریف کو سُن کر وہ شخص لینے کے لِئے راضی ہو گیا چنانچہ اس کی قیمت دو سو روپیہ لگا دی، دلّال نے کہا کہ دام کم ہیں اور لگاؤ ابھی یہ گفتگو چل ہی رہی تھی قریب تھا کہ مُعاملہ طے

ہو جائے کہ جو گھوڑے کا مالک تھا وہ دلّال کو الگ کنارہ لے جا کر کہنے لگا کہ میرا گھوڑا اگر ایسا ایسا ہے جیسا کہ تُم نے بیان اور اس میں ایسی ایسی خوبیاں اور اچھائیاں ہیں تو پھر مَیں اس کو دو سو روپیہ میں نہیں بیچتا دلّال نے کہا کہ اللہ کے بندے تُجھ کو اپنے گھوڑے کا تجربہ برسہا برس کا ہے اور تو اس کو پچاس روپیہ پر بیچنے کے لئے تیار تھا آج جو مَیں نے اس کی تعریف کر دی اب دو سو روپیہ میں بیچنے کے لئے تیار نہیں ہے آج کچھ یہی حال ہمارا بھی ہے کہ نفس کے عیوب ہمارے سامنے ہیں، ہماری کوتاہیاں ہمارے علم میں ہیں، لیکن اگر کوئی شخص تعریف کرتا ہے کوئی اعزاز و اکرام کا مُعاملہ کر دیتا ہے تو ہم سمجھتے ہیں کہ ہم کچھ ہیں جب ہی تو لوگ ایسا مُعاملہ کر رہے ہیں، گھوڑے والے پر ہم کو ہنسی آتی ہے مگر اپنے اوپر ہنسی نہیں آتی انسان کا نفس بہت خطرناک ہے اس سے غافل نہیں ہونا چاہیئے اسی کو خواجہ صاحب نے فرمایا ہے

نفس کا مار سخت جان دیکھ ابھی مرا نہیں
غافل ادھر ہوا نہیں اس نے ادھر ڈسا نہیں
سوچ سمجھ کر چل ذرا سہل نہیں ہے راہِ عشق
دیکھ سنبھل کر رکھ قدم چوکا کہ بس گرا نہیں

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃُ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں مخلوق میں سوائے نفس کے کسی سے نہیں ڈرتا، صرف نفس سے ڈرتا ہوں، جب اتنے بڑے شیخ وقت اور ولی کامل کا اپنے بارے میں یہ ارشاد ہے تو پھر ہمہ شما کا تو پوچھنا ہی کیا ہے نفس انسان کا بڑا دُشمن ہے نفس سے ڈرتے

رہنا چاہیئے، عُجب یہ سب سے بڑی بیماری ہے۔

دین ہوتا ہے بُزرگوں کی نظر سے پیدا

تو اس وقت جو حدیث پاک پڑھی تھی تو اس میں تین ۳ بیماریوں کا ذکر کیا گیا ہے، بہر حال ویسے تو اور بھی اخلاقی بیماریاں ہیں مگر اس حدیث پاک میں تین کا ذکر ہے۔ ایک بُری خواہش پر عمل کرنا، دوسرے بخل کرنا، تیسرے اَپنے سے حُسنِ ظن رکھنا، ان تین بیماریوں کا ذکر کیا گیا، ظاہر ہے کہ جس طرح جسمانی بیماریاں ہوتی ہیں ان کے لِئے دوائیں ہیں اور علاج ہے جب مریض ان کو استعمال کرتا ہے اور علاج کرتا ہے تو پھر اس کو شفاء ہو جاتی ہے۔ اسی طرح روحانی بیماریوں کا بھی معاملہ ہے ان کا بھی عِلاج ہے کہ اگر اس کو اختیار کیا جائے تو یہ بیماریاں ختم ہو جائیں گی ان سب کا بُنیادی عِلاج یہ ہے کہ اَپنے اندر تقویٰ پیدا کیا جائے، اب یہ کہ تقویٰ کیسے پیدا ہو؟ اس کا کیا طریقہ ہے؟ جو اہلِ تقویٰ ہیں جِن کے دِل میں اللہ تعالیٰ کی محبّت ہے جِن کو ہم اہل اللہ کہتے ہیں ان کی صُحبت اختیار کرے، ان کی معیت اختیار کرے۔ ارشاد ربّانی ہے۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ [۱]

اَے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچّوں کے سَاتھ رہو

اس آیت کریمہ میں صادقین اور کاملین کی معیت اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے کہ ان کے ساتھ ہو جاؤ تو تقویٰ پیدا ہو جائے گا۔

---

[۱] پ ۱۱، ع ۴

صادقین کے اوصاف و خصوصیات

صادق کسے کہتے ہیں؟ اور ان کی صفات کیا ہیں؟ شریعت کی اصطلاح میں صادق وہ ہے کہ جس کے عقائد ٹھیک ہوں، عبادات اس کی ٹھیک ہوں، مُعاملات اس کے ٹھیک ہوں، مُعاشرت اس کی ٹھیک ہو، اخلاق اس کے ٹھیک ہوں گویا دین کے جو پانچ شعبے ہیں، عقائد، عبادات، مُعاملات، معاشرت اور اخلاق یہ سب جس کے ٹھیک ہوں وہ شرعی اعتبار سے صادق ہے چنانچہ قرآن پاک میں پوری صراحت کے ساتھ اس کو بیان کیا گیا۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝[1]

کچھ سارا کمال اسی میں نہیں کہ تم اپنا مُنہ مشرق کو کر لو یا مغرب کو۔

---

[1] پ ۲ ع ۶

لیکن کمال تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ پر یقین رکھے، اور قیامت کے دن پر، اور فرشتوں پر، اور کتب پر، اور پیغمبروں پر، اور مال دیتا ہو اللہ کی محبّت میں رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور محتاجوں کو اور مسافروں کو اور سوال کرنے والوں کو اور گردن چھڑانے میں اور نماز کی پابندی رکھتا ہو، اور زکوٰۃ بھی ادا کرتا ہو اور جو اشخاص اپنے عہدوں کو پورا کرنے والے ہوں جب عہد کرلیں، اور وہ لوگ مستقل رہنے والے ہوں تنگدستی میں اور بیماری میں اور قتال میں، یہ لوگ ہیں جو سچّے ہیں اور یہی لوگ ہیں جو متقی ہیں۔

اس آیت میں اُصولی طور پر تمام احکام شرعیہ کو ذکر کیا گیا ہے، اعتقادات کو بھی، عبادات کو بھی، مُعاملات اور معاشرت کو بھی اخلاق کو بھی، اس لِئے اس آیت کو احکام اسلامیہ کی نہایت جامع آیت کہا گیا ہے، بیہقی وقت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃُ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَالْاٰيَةُ جَامِعَةٌ لِّلْكَمَالَاتِ الْاِنْسَانِيَّةِ صَرِيْحًا اَوْضِمْنًا دَالَّةٌ عَلٰى صِحَّةِ الْاِعْتِقَادِ وَحُسْنِ الْمُعَاشَرَةِ وَتَهْذِيْبِ النَّفْسِ[1]

یہ آیت جامع ہے تمام انسانی کمالات کو صراحتًا یا ضمنًا، دلالت کرنے والی ہے اعتقاد کی صحت پر، مُعاشرت کے اچھا ہونے پر، اور تہذیب نفس پر۔

---

[1] مظہری ۱/۱۶۴

ان اُصولی احکام کو بڑے عجیب عنوان سے شروع کیا ہے اور وہ بِر ہے جو کہ خود انتہائی جامع لفظ ہے کہ اس میں خود ہی ہر قسم کی تمام ظاہری اور باطنی طاعات اور بھلائیاں آگئیں۔

اَلْبِرُّ اِسْمٌ جَامِعٌ لِّاَنْوَاعِ الْخَیْرِ وَالطَّاعَاتِ الْمُقَرِّبَةِ اِلَی اللہِ تَعَالٰی[1]

لفظ بِرٌّ (نیکی) ایسا نام ہے جو بھلائی کی تمام قِسموں کو جامع ہے اور ان طاعات کو جو اللہ کا مُقرب بنانے والی ہیں۔

ان سب چیزوں کے بیان فرمانے کے بعد فرمایا کہ جن لوگوں میں یہ اوصاف اور خصوصیات ہوں گے ان کا کیا درجہ اور مرتبہ ہوگا؟

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○[2]

یہی لوگ ہیں سچے اور یہی ہیں پرہیزگار۔

تو اس سے معلوم ہوا کہ کامل متقی اور صالح بننے کے لئے ضروری ہے کہ عقائد و عبادات بھی درست ہوں، مُعاملات و معاشرت بھی درست ہو اور اخلاق بھی درست ہوں، ظاہر بھی شریعت کے موافق ہو، باطن بھی شریعت کے موافق ہو اور یہ بات جب ہی پیدا ہوگی کہ جب یہ چیزیں ہوں، چنانچہ علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔

وَلَعَمْرِیْ مَنْ عَمِلَ بِهٰذِهِ الْاٰیَةِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ وَنَالَ اَقْصٰی مَرَاتِبِ الْاِیْقَانِ[3]

---

[1] روح المعانی ۲/۴۴ [2] پ ۲ ع ۶ [3] روح المعانی ۲/۴۸

قسم ہے میری عمر کی جس نے اس آیت کے مُطابق عمل کیا اس نے ایمان کو مکمل کرلیا اور یقین کے انتہائی درجہ کو حاصل کرلیا۔

بغیر اس کے انسان کامل درجہ کا نہ متقی بن سکتا ہے اور نہ اعلیٰ درجہ کا صالح بن سکتا ہے، اب اگر کسی شخص کی یہ ساری چیزیں ٹھیک ہوں تو شرعی اعتبار سے وہ کامِل متقی ہے، صادق ہے، ایسے ہی لوگوں کی معیت اختیار کرنے کا حکم ہے جس طرح ہم جسمانی بیماری کے عِلاج کے سلسلہ میں ہر کس و ناکس سے رجوع نہیں کرتے اور ہر ایک سے عِلاج نہیں کراتے بلکہ مُعالج کے سلسلہ میں معلومات کرتے ہیں، تحقیق کرتے ہیں کہ سند یافتہ ہے یا نہیں؟ تجربہ کار ہے یا نہیں؟ جو لوگ اس کے زیرِ عِلاج ہیں ان سے پُوچھتا ہے کہ ان کی دَوا سے فائدہ ہو رہا ہے یا نہیں، ہو رہا ہے؟ ان سب باتوں کی تحقیق کرنے کے بعد جب اطمینان ہو جاتا ہے تب اِس سے عِلاج کراتے ہیں، اسی طرح روحانی عِلاج میں بھی یہی مُعاملہ ہونا چاہیئے کہ جس سے اپنی اِصلاح و تربیت کرانا چاہتا ہے اس کے بارے میں بھی معلومات کرے کہ ان کے حالات کیا ہیں؟ ان کے مُعاملات کیسے ہیں؟ ان کا تعلق کس سے ہے؟

شیخِ کامِل کی علاماتِ عشرہ

اِسی لیے حکیمُ الاُمّت مجددُ الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے قرآنِ پاک اور احادیث کی روشنی میں ان کی دس علامتیں بتائیں ہیں۔

(۱) بقدر ضرورت علمِ دین رکھتا ہو۔

(۲) عقائد و اعمال و اخلاق میں شرع کا پابند ہو۔

(۳) دُنیا کی حرص نہ رکھتا ہو، کمال کا دعویٰ نہ کرتا ہو کہ یہ بھی شعبہ دُنیا ہے۔

(۴) کسی شیخِ کامل کی صُحبت میں چندے رہا ہو۔

(۵) اس زمانہ کے مُنصف، عُلما و مشائخ اس کو اچھا سمجھتے ہوں۔

(۶) بہ نسبت عوام کے خواص یعنی فہیم دیندار لوگ اس کی طرف زیادہ مائل ہوں۔

(۷) جو لوگ اس کے مرید ہیں ان میں اکثر کی حالت باعتبار اتباعِ شرع و قلّتِ حرصِ دُنیا کے اچھی ہو۔

(۸) وہ شیخ تعلیم و تلقین میں اپنے مریدوں کے حال پر شفقت رکھتا ہو اور ان کی کوئی بُری بات سُن کر یا دیکھ کر ان کو روک ٹوک کرتا ہو، یہ نہ ہو کہ ہر ایک کو اس کی مرضی پر چھوڑ دے۔

(۹) اس کی صُحبت میں چند بار بیٹھنے سے دُنیا کی محبّت میں کمی اور حق تعالےٰ کی محبّت میں ترقی محسوس ہوتی ہو۔

(۱۰) خود بھی وہ ذاکر شاغل ہو کہ بدون عمل یا عزمِ عمل تعلیم میں برکت نہیں ہوتی۔[۱]

تقویٰ کی دولت عارفین سے مِلتی ہے

یہ علامتیں جِس میں ہوں گی وہ شخص یقیناً شیخِ کامل ہوگا۔ ایسے لوگوں کی صُحبت اختیار کرنی چاہیئے ان سے ربطِ خاص رکھنا چاہیئے ایسے ہی لوگوں کی صُحبت سے تقویٰ کی دولت حاصل ہوتی ہے، ایسے ہی لوگوں سے تعلق مَعَ اللہ، اور اللہ کی محبّت و معرفت حاصل ہوتی ہے

---

[۱] قصد السبیل / ۲۲۸

حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ

لِكُلِّ شَيْءٍ مَعْدِنٌ وَمَعْدِنُ التَّقْوٰى قُلُوْبُ الْعَارِفِيْنَ[1]۔

ہر چیز کی ایک کان ہے اور تقویٰ کی کان عارفین کے قلوب ہیں۔

عارفین اور اہل اللہ کے قلوب تقویٰ کی کان ہیں۔ وہ تقویٰ سے آراستہ ہوتے ہیں ان کے قلوب بُری خواہش سے، عُجب سے، بُخل سے، اور گندے اخلاق سے پاک ہوتے ہیں۔ ہر چیز میں اعتدال کو اختیار کرتے ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا علم عطا ہوتا ہے، ایسی مہارت عطا ہوتی ہے وہ رُوحانی امراض کا علاج کرتے ہیں جیسا مریض ہوتا ہے اس کے لحاظ سے اس کے لئے نُسخہ تجویز کرتے ہیں تو حاصل یہ ہے کہ اہل اللہ اور کاملین کی صُحبت اور معیت سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے اور انسان متقی بن جاتا ہے۔

اہل اللہ کی معیت کی حقیقت

اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ میں کاملین و صادقین کی معیت کا جو حُکم دیا گیا ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ ہر وقت ساتھ رہے، بیوی بچّوں اور کاروبار کو چھوڑ کر ہمہ وقت ساتھ رہے، دُنیا کے مشاغل اور مصروفیات سے کنارہ کش ہو جائے، ظاہر ہے کہ معیت سے مُراد یہ نہیں ہے بلکہ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اصلاح و تربیت کے لئے صرف جسمانی قُرب کافی نہیں ہے اور اس کی ایک بہت عُمدہ مثال یاد آئی کہ ایک شخص کے پیٹ میں درد ہے اور اس کو پیچش آ رہی ہے اب وہ سول سرجن

---

[1] الجامع الصغیر ۲/۲۳۴

کے ساتھ صُبح سے لے کر شام تک رہے تو کیا اس جسمانی قرب سے اُس کا درد ٹھیک ہو جائے گا اور مرض ختم ہو جائے گا، ظاہر ہے کہ ایسی صُورت میں اس کا درد اور مرض دونوں ہی باقی رہیں گے۔ اس کے برخلاف کہ اس کو ڈاکٹر سے زیادہ دیر کے لئے جسمانی قربِ حاصِل نہیں ہوا مگر اپنے حالات کی اطلاع کرتا ہے اور اس کے تجویز کِئے ہُوئے نسُخہ کو استعمال کرتا ہے تو اس کو شفاء ہو جائے گی، صِرف حالات کی اطلاع کرتا ہے لیکن دوا استعمال نہیں کرتا تو بھی شفا نہیں ہو گی دونوں کام کرنا ہوں گے، مرض کو بتلانا اور دوا کا استعمال کرنا تب جاکر شفایاب ہو گا تو جیسے جسمانی اَمراض کے عِلاج میں ڈاکٹر کا جسمانی قرب مطلوب نہیں ہے بلکہ مرض کی اطلاع اور مُعالج کی ہدایات پر عمل ضروری ہے، ایسے ہی رُوحانی اصلاح و تربیت کے لِئے صادقین و کاملین کی معیت سے جسمانی معیت مُراد نہیں ہے بلکہ اپنے حالات کی اطلاع اور اس کی ہدایات کی اتباع اور اس کے موافق عمل، یہ مطلوب ہے۔

چار شرطیں لازمی ہیں استفادہ کے لِئے

اس کو حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب نے (جو حضرت حکیمُ الامّت مجدد الملّت مولانا اشرف علی تھانوی نوّرَ اللہ مرقدہٗ کے بڑے خلفاء میں ہیں) حضرت مولانا تھانوی کے ارشاد کو ایک شعر میں جمع کر دیا ہے ؎

چار شرطیں لازمی ہیں استفادہ کے لِئے　　اطلاع و اتباع اعتقاد و انقیاد

اللہ والوں سے استفادہ کے لِئے چار شرطیں ہوئیں پہلی چیز اعتقاد ہو

اس کے بعد وہ جو ہدایات دیں اس کو ماننے یہ انقیاد ہوگیا، اس کے بعد پھر اپنے حالات کی اطلاع کرتا رہے۔ اس پر وہ جو تجویز کریں اس پر عمل، جو نسخہ بتلائیں اس کے موافق معاملہ کرے یہی اتباع ہے۔ وہی جسمانی علاج و معالجہ والا معاملہ کہ حکیم صاحب کو پورے حال کی برابر اطلاع کرتا رہے، پھر یہ کہ وہ جو دوا تجویز کریں اس کو ہدایت کے موافق استعمال کرتا ہے تو اس سے شفاء ہو جاتی ہے، اسی طرح روحانی بیماریوں کے علاج کا بھی یہی معاملہ ہے کہ اطلاع اور اتباع، عمر بھر اسی میں لگا رہے اسی فکر اور کوشش میں لگا رہے، ہمت نہ ہارے، اور نہ گھبرائے نہ جلدی کرے بس اپنے کام میں مستعد رہے، مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

اندریں رہ می تراش و می خراش　　　تا دمے آخر دمے فارغ مباش

ترجمہ: اس راہ میں کانٹ چھانٹ لگاتے رہو اور آخری سانس تک فارغ نہ بیٹھو۔

اسی کو خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

جو ناکام ہوتا رہے عمر بھر بھی　　　بہر حال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے
یہ رشتہ محبت کا قائم ہی رکھے　　　جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے

؎ نہ چت کر سکے نفس کے پہلواں کو　　　تو یوں ہاتھ پاؤں بھی ڈھیلے نہ ڈالے
ارے اس سے کشتی تو ہے عمر بھر کی　　　کبھی وہ دبالے کبھی تو دبالے

بینی اندر خود علومِ انبیاء

بس لگا رہے کوشش کرتا رہے، کبھی کوتاہی نہ کرے تو پھر ان شاء اللہ محروم نہ رہے گا، آخرت میں تو اس کا فائدہ یقیناً ملے گا ہی لیکن دنیا میں بھی ان شاء اللہ وہ دولت ملے گی جس کو مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

بینی اندر خود علوم انبیاء　　بے کتاب و بے معید و اوستا

فرماتے ہیں کہ تم اپنے اندر انبیاء کے علوم دیکھو گے یہ سب کچھ بغیر کتاب کے اور بغیر کہلانے والے کے اور بغیر استاذ کے ہوگا۔

پیش مرد کاملے پامال شو

لیکن یہ بات کب پیدا ہوگی؟ قلب پر علوم و معارف کا القاء کب ہوگا؟ یہ جب اپنی اِصلاح و تربیت کے لِئے اور اپنے دِل کو بنانے اور سنوارنے کے لِئے تعلق مع اللہ پیدا کرنے کے لِئے کِسی اللہ والے سے اپنا تعلق قائم کرے ان کی صُحبت اختیار کرے، ان کی سیرت کا مُطالعہ کرے، اپنی حالت کی اطلاع کرے، ان کی ہدایت پر عمل کرے، اپنے آپ کو کسی کامل کے سامنے پیش کرے، اس کے سامنے اپنے کو مٹا دے اسی کو مولانا روم نے فرمایا ہے ۔

قال را بگذار مردِ حال شو　　پیش مرد کاملے پامال شو

قال کو چھوڑو اور صاحب حال بنو، اس کی تدبیر یہ ہے کہ کسی شیخِ کامل کے سامنے اپنے نفس کو مٹادو، فرماتے ہیں کہ اپنے کو کسی کامل کے حوالہ کردو تو پھر جو تمھارے اندر اخلاقی کوتاہیاں ہیں اور خرابیاں ہیں وہ سب ٹھیک کر دے گا۔

خود مولانا رومی اپنے بارے میں فرماتے ہیں ۔

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم　　تا غُلامِ شمس تبریزی نہ شد

فرماتے ہیں کہ بھائی لوگ جو مجھے مولائے روم کہتے ہیں یہ دولت مجھے یوں ہی نہیں ملی ہے بلکہ مَیں نے حضرت شمس تبریز کی خِدمت میں اپنے کو پیش کیا، ان کی غُلامی اختیار کی، ان سے اپنی اِصلاح کرائی۔ تب اللہ تبارک و تعالیٰ

نے یہ دولت عطا فرمائی، یہ مقبولیت عطا فرمائی۔ اس لِئے انسان اپنے کو کسی اللہ والے کی خدمت میں پیش کرے ان کے سامنے اپنے نفس کو مٹائے، اپنی خواہشات اور جذبات کو پامال کرے، ان سے اپنی اِصلاح کرائے، اپنا عِلاج کرائے تب جاکر تقویٰ کی دولت اور تعلق مع اللہ کی دولت حاصِل ہوگی۔

تقویٰ کی دولت کو باقی رکھنا بھی ضروری ہے

تقویٰ کی دولت ملنے کے بعد

اس کو باقی رکھنے کی فکر و کوشِش کرنا یہ بھی ضروری ہے، اس کی حفاظت کرنا یہ بھی ایک ذمّہ داری ہے۔ اس لئے کہ کسی چیز کا نفع اسی وقت ہوتا ہے جب دو باتیں ہوں، ایک تو وہ چیز کامل اور پورے طور پر حاصِل ہو، دوسرے یہ کہ وہ باقی بھی رہے، جب یہ دونوں باتیں ہوں گی تو پھر اس کا نفع اور فائدہ حاصل ہوگا، مثال کے طور پر روپیہ پیسہ کا جو نفع ہے وہ جبھی ہوگا، جب کہ روپیہ پیسہ پاس میں ہو اور باقی بھی ہو جب ہی اس کا فائدہ حاصِل ہوگا۔ اب مان لو کہ ایک شخص ہے وہ بینک سے ایک ہزار روپیہ لے کر آیا مگر گھر تک پہنچتے پہنچتے اس کی جیب کٹ گئی تو کہا جائے گا کہ اس کے پاس رقم تھی تو لیکن وہ باقی نہیں رہی اس لِئے رقم کا جو فائدہ ہے وہ اس کو حاصِل نہیں ہوگا، اِسی طرح یہاں بھی یہی مُعاملہ ہے کہ اگر تقویٰ کی دولت کو باقی نہیں رکھا، اس کی حفاظت نہیں کی، بے اُصولی کرنا شروع کر دی تو پھر وہ انسان کے لِئے مُفید نہیں ہوگا، نفع بخش نہیں ہوگا، اسی لِئے قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا

تَمُوۡتُنَّ اِلَّا وَاَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ۝[1]

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے (ایسا) ڈرا کرو (جیسا) ڈرنے کا حق ہے اور بجز اسلام کے اور کسی حالت پر جان نہ دینا۔

ایمان والوں سے خطاب ہے، ان کو حکم دیا جارہا ہے کہ اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو، جیسا کہ تقویٰ کا حق ہے، کامل تقویٰ اختیار کرو، اِسی پر ذمہ داری ختم نہیں ہوجاتی کہ کامل تقویٰ پیدا کرلیا، بس کام ختم ہوگیا، اَب کُچھ کرنے کی ضرورت نہیں رہی، ایسا نہیں بلکہ فرمایا۔

وَلَا تَمُوۡتُنَّ اِلَّا وَاَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ۝[2]

اور بجز اسلام کے اور کسی حالت پر جان نہ دینا۔

اس دولت کے حاصل کرنے کے بعد دوسری ذمہ داری یہ بھی ہوجاتی ہے کہ ساری زندگی اس کی حفاظت کی کوشش کرنا، اس کے باقی رکھنے کی فکر کرنا، تقویٰ والی زندگی اختیار کئے رہنا تاکہ خاتمہ ایمان پر ہو، اسلام پر ہو، متقیانہ زندگی کی برکت سے حُسنِ خاتمہ کی دولت سے مشرف ہو، ایک کام تو یہ ہوا کہ اللہ والوں کی صُحبت سے اپنے اندر تقویٰ پیدا کیا جائے دوسرے یہ کہ اس کو باقی رکھنے کی فکر و کوشش کی جائے۔

اِس کا شمار مقبولین میں ہوگا

بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک شخص کو اپنی اصلاح کی فکر ہے اس نے بُزرگوں سے اصلاحی تعلق بھی قائم کرلیا ہے، اصلاحی خط و کتابت کا سلسلہ بھی ہے،

---

[1] پ ۴ ع ۲ [2] پ ۴ ع ۲

اِصلاح کی کوشش مسلسل جاری ہے کہ اسی حالت میں اس کی رحلت ہوگئی، ایسا شخص بظاہر اگرچہ منزلِ مقصود تک نہیں پہنچ سکا، اس کی تکمیل نہیں ہوئی مگر اللہ کے نزدیک اس کی یہ کوشش اور جدوجہد رائیگاں نہیں جائے گی بلکہ جو لوگ مقبولین ہیں اور جن کی اصلاح ہوچکی ہے ان کے ساتھ اس کا حشر ہوگا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ انسان کو جو اجر اور انعام ملتا ہے وہ اس کی اختیاری حالت پر ملتا ہے، جو حکم اس کو دیا گیا ہے اس کی تعمیل میں اپنی قدرت اور اختیار میں جتنا ہو اس کو انسان کرے اس پر اس کو اجر و ثواب ملے گا۔ مثال کے طور پر نماز باجماعت کا حکم دیا گیا ہے اب ایک شخص جماعت سے نماز پڑھنے کی نیّت سے گھر سے نکلا، راستہ میں چوٹ لگ گئی گر گیا، جماعت میں شریک نہ ہو سکا مگر اللہ تبارک وتعالےٰ کے یہاں اس کے لئے جماعت کا ثواب ملے گا۔ ایک شخص ہے وہ اپنے گھر سے حج یا عمرہ کرنے کی نیّت اور ارادے سے نکلا اور سفر شروع کردیا، راستے ہی میں اس کی رحلت ہوگئی تو بظاہر یہ شخص حج نہیں کر سکا، عمرہ نہ کر سکا، مگر اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں اس کو حج اور عمرہ کرنے والے ہی کی طرح اجر ملے گا، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ خَرَجَ حَاجًّا اَوْ مُعْتَمِرًا اَوْ غَازِيًا ثُمَّ مَاتَ فِي طَرِيقِهٖ كَتَبَ اللهُ لَهٗ اَجْرَ الْغَازِي وَالْحَاجِّ وَالْمُعْتَمِرِ۔ رواہ البیہقی[1]

جو شخص (گھر سے) نکلے حج کرنے یا عمرہ کرنے یا جہاد کرنے کے ارادے

---

[1] مشکوٰۃ ۲/۲۲۳

سے پھر مر جائے راستہ میں (ان اعمال کے کئے ہُوئے بغیر اس کا انتقال ہو جائے) اللہ تعالیٰ اس کو جہاد کرنے والے، حج کرنے والے، عُمرہ کرنے والے کا ثواب دیں گے۔

اور قرآن پاک میں بھی اس کو واضح طور پر بیان کیا گیا کہ ہجرت کا حکم دیا گیا۔ سب کے لئے حکم ہوا ہے کہ ہجرت کے لِئے نِکلو اس حکم کی تعمیل کرنے والوں میں ایک صحابی حضرت خالد بن حزام رضی اللہ عنہ بھی ہیں کہ یہ بھی ہجرت کی نیّت اور ارادے سے مکہ معظمہ سے نکلے تھے راستہ میں ان کو سانپ نے کاٹ لیا جِس سے راستہ ہی میں ان کی وفات ہو گئی تو بظاہر ہجرت نہیں کی، کیونکہ منزلِ مقصود تک نہیں پہنچ سکے راستہ ہی میں رہ گئے لیکن فرمایا گیا۔

وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا[1]

جو شخص اپنے گھر سے اس نیّت سے نِکل کھڑا ہو کہ اللہ اور رسُول کی طرف ہجرت کروں گا پھر اس کو موت آپکڑے تب بھی اس کا ثواب ثابت ہو گیا اللہ کے ذمّہ اور اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت کرنے والے ہیں بڑے رحمت والے ہیں۔

دیکھئے ہجرت کا حُکم ہے، جہاد کا حکم ہے، حج کا حُکم ہے اس کے لِئے ایک شخص گھر سے نکلا مگر مقصود حاصِل ہونے سے پہلے پہلے اس کا انتقال ہو

---

[1] پ ۵ ع ۱۱

گیاتو وہ ناکام نہیں ہے اس کا شمار کامیاب لوگوں میں ہے، اس کو بھی اجر و ثواب مل رہا ہے تو بات وہی ہے کہ انسان کا کام ہے کوشش کرنا، جدوجہد کرنا، وہ اس کے بس میں ہے، اختیار میں ہے اور وہ اس نے کیا اس لئے اس پر اس کو انعام ملے گا، اسی طرح اخلاق و عادات کی اصلاح اور اس کی درستگی کا حکم ہے، اس میں وہ شخص مصروف ہے اس کے لئے اللہ والوں کی صُحبت اور ان سے مکاتبت اور اپنے حالات کی اطلاع اور ان کی ہدایات کی اتباع میں لگا ہوا ہو، اب اگر ایسی حالت میں اس کا انتقال ہو جائے تو اس کا حشر بھی مقبولین کے ساتھ ہوگا اس لئے کہ اس کے بس میں اور اختیار میں جو تھا اس میں کوتاہی نہیں کی، اس لئے اس کا شمار بھی کامیاب لوگوں میں ہوگا۔

اِصلاح کیلئے بیعت ہونا ضروری نہیں

یہاں ایک بات توجہ دلانے کے لئے اور عرض کردوں بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ اصلاح کے لیے بیعت ہونا ضروری ہے، بغیر بیعت ہوئے اِصلاح نہیں ہوتی تو یہ خیال غلط ہے، اصلاح بیعت پر موقوف نہیں، بیعت کی برکات اور اس کے فوائد اپنی جگہ پر ہیں اس میں کوئی شبہ نہیں ہے لیکن اِصلاح بغیر بیعت کے بھی ہوسکتی ہے، اِصلاح ضروری اور مقدم ہے، کوئی شخص عمر بھر بیعت نہ ہو مگر وہ اپنی اِصلاح کی فکر میں لگا ہوا ہے۔ تو کہا جائے گا کہ اس کے اندر کسی ضروری بات کی کمی نہیں ہے اور ایک شخص ایسا ہے کہ بیعت تو ہے لیکن اپنے اعمال و اخلاق کی اِصلاح کی فکر نہیں عقائد کی اِصلاح کی فکر نہیں تو اس کے متعلق کہا جائے گا

کہ اس میں کمی ہے اور یہ غلطی کرنے والا ہے تو بنیادی بات یہی ہے کہ انسان اپنی اصلاح و درستگی اور اپنے کو بنانے اور سنوارنے کی کوشش کرے اور اس میں لگا رہے اس کے لئے مسلسل فکر کرتا رہے تو پھر انشاء اللہ اس کو کامیابی حاصل ہوگی۔

خلاصۂ کلام

آج کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ شروع میں جو حدیث پاک پڑھی گئی تھی اس میں جو چیزیں منجیات ہیں، نجات دینے والی ہیں، ان کو بتلایا گیا، اسی طرح جو مہلکات ہیں، انسان کو ہلاک کرنے والی ہیں اس کو بھی بتلایا گیا، اب یہ کہ نجات دینے والی چیزیں کیسے حاصل ہوں؟ ہلاک کرنے والی چیزوں سے کیسے بچے؟ تو اس کی بنیاد یہی ہے کہ دل میں اللہ کی محبت اور اللہ کا خوف پیدا کیا جائے، جس کا طریقہ یہ ہے کہ کاملین اہل اللہ سے تعلق اور ربطِ خاص رکھا جائے اور اپنے حالات کی اطلاع اور ان کی ہدایات پر عمل کیا جائے تو پھر انشاء اللہ منزل مقصود کو پہنچ جائے گا" اب دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان باتوں کو قبول فرمائے، آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

لطفِ دنیا کے ہیں کے دن کے لیے
کھو نہ جنّت کے مزے اُن کے لیے
یہ کیا اے دل تو بس پھر یوں سمجھ
تو نے ناداں گُل دیئے تنکے لیے
مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

نہ چت کر سکے نفسؒ کے پہلوان کو
تو یوں ہاتھ پاؤں بھی ڈھیلے نہ ڈالے
ارے اس سے کشتی تو ہے عمر بھر کی
کبھی یہ دبا لے کبھی تو دبا لے
گفتۂ مجذوب رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۱۱۴